Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Depiction of the Prophet's Attributes in the Naat Poetry of Mohsin Kakorvi, Ameer Minai, and Ahmed Raza Khan Barelvi

محسن کاکوروی، امیر مینائی اور احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں سراپائے رسول ﷺ کا تذکرہ

Abid Hussain Hashmi
PhD Scholar, Department of Urdu, IIU, Islamabad
Dr. Saira Batool
Associate Professor/Chairperson, Department of Urdu, IIU, Islamabad

ABSTRACT
Mohsin Kakurvi, Amir Meenai and Ahmad Raza Barelvi are among the most distinguished classical and modern Urdu na'at poets whose works reflect a profound devotional consciousness. Each of them developed a distinct poetic vision in expressing reverence for the Holy Prophet Muhammad (S.A.W). Their na'atiya poetry encompasses multiple dimensions of prophetic praise, such as the perfection of the Prophet's (S.A.W) character, the excellence of his moral conduct, and the spiritual radiance of his life. However, this study specifically examines their poetic portrayal of the blessed physical beauty of the Prophet Muhammad (S.A.W). By depicting the Prophet's luminous countenance, graceful attributes and matchless elegance, these poets evoke intense emotional attachment within the hearts of believers. Such descriptions nurture deeper love, reverence and obedience, intensifying the spiritual longing to behold the Prophet (S.A.W) and motivating devotees to follow his teachings with greater sincerity and devotion. Thus, the aesthetic celebration of the Prophet's beauty in their poetry becomes a powerful source of spiritual inspiration and a means of strengthening the believer's relationship with Allah and His Messenger.

***Keywords**: Mohsin Kakurvi, Amir Meenai, Ahmad Raza Barelvi, classical and modern Urdu na'at poets.*

کسی قلم میں یہ سکت نہیں کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے بے پایاں جمال کو اس کے شایانِ شان لفظوں میں سمیٹ سکے، اور نہ کوئی زبان اس قابل ہے کہ اس حسنِ مطلق کا پورا بیان کر سکے۔ محبوبِ خدا ﷺ کی مقدس ذات، ربِ کریم کے ظاہری اور باطنی جمال کی کامل جھلک ہے۔ زمین و آسمان کی ساری خوبصورتی دراصل آپ ﷺ کے فیضِ جمال ہی کی پرچھائیں ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے سراپائے مبارک کا ذکر مومن کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کو اور زیادہ گہرا کرتا ہے اور دیدارِ مصطفوی ﷺ کی تمنا کو تازگی عطا کرتا ہے۔ قرآنِ عظیم میں ربّ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے وجودِ اقدس کو نور قرار دیتے ہوئے مختلف اسالیب میں آپ ﷺ کی شان بیان فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور (یعنی محمد ﷺ) اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآنِ مجید) آگئی ہے“۔[1]

ایک دوسری جگہ نبی اکرم ﷺ کی سراپا روشنی ہستی کو سراج منیر کا لقب عطا کر کے فرمایا:

ترجمہ: ”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہ، خوش خبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے“۔[2]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کے حسن سراپا کو ”سراجِ منیر“ کے استعارے سے واضح کیا ہے۔ ”سراج“ روشنی دینے والے چراغ یا سورج کو کہتے ہیں، اور ”منیر“ اس کو جو اپنی ضیا سے دوسروں کو بھی منور کر دے۔ یعنی آقا ﷺ کی ذات نہ صرف خود نور کا منبع ہے بلکہ اپنی روشنی سے کائنات کو جگمگا دیتی ہے۔

مجموعی طور پر قرآنِ مجید کبھی استعارے اور تشبیہ سے، کبھی کنایے، اشارے اور تمثیل سے، اور کبھی کھلے بیان کے ساتھ حضور ﷺ کے سراپائے نور (آپ ﷺ کے سینۂ اقدس، پشتِ مبارک، قلبِ اطہر، آپ ﷺ کے فہم وادراک، آپ ﷺ کی آنکھوں، نگاہ اور گفتگو) کا تذکرہ کرتا ہے، تاکہ اہلِ ایمان کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ اور اتباعِ مصطفی ﷺ کا ذوق مزید مضبوط ہو جائے اور اطاعتِ محبوب میں ایمان کی حلاوت محسوس ہو۔ بے شک یہ مقام و مرتبہ فقط حضورِ رحمتِ عالم ﷺ کے لیے مخصوص ہے؛ نہ آپ جیسا حسین و جمیل پہلے پیدا ہوا اور نہ بعد میں پیدا ہو گا۔

اکیسویں صدی کے ابتدائی برسوں ہی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ادب کے منظرنامے پر یہ صدی نعت کے فروغ کی صدی ثابت ہوگی۔ کبھی یہ سوال اٹھایا جاتا تھا کہ آیا نعت کو واقعی ایک باقاعدہ صنفِ سخن سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں، مگر آج پوری قطعیت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ نعت نہ صرف تمام اصنافِ ادب میں جلوہ گر ہے بلکہ خود ایک مستقل فن اور ادبی صنف کی حیثیت اختیار کرچکی ہے۔ نعت کو محض روایتی اظہار سے نکال کر ایک معتبر، پختہ اور فنی اعتبار سے مستقل صنف کے طور پر منوانے میں محسن کاکوروی، امیر مینائی اور مولانا احمد رضا بریلوی کے نام غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مضمون انھی تینوں ممتاز شعرا کی نعتیہ تخلیقات میں شمائلِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔

محسنؔ کاکوروی ایسے معاشرتی ماحول میں پروان چڑھے جو مذہبی، روحانی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی سطح پر انتشار اور زوال کا شکار تھا، مگر عشقِ رسول ﷺ کی برکت نے انہیں اس آلودہ فضا میں بھی ایسا پاکیزہ اور مؤثر رنگ عطا کیا جو آج تک برقرار ہے۔ اردو میں باقاعدہ اور فنی نعت کا آغاز محسنؔ کے دبستانِ سخن سے ہوا اور نعت کو مستقل صنف کا درجہ بھی ان ہی کی مساعی سے ملا۔ سید محمد محسن 1826ء (1242ھ) میں لکھنؤ کے نواحی قصبے کاکورہ میں مولوی حسن بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ دینی و عصری علوم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مین پوری میں ناظر کے طور پر خدمات انجام دیں، پھر وکالت اختیار کی اور اپنی صلاحیت کے باعث خوب شہرت پائی۔ زندگی کے آخری تین برسوں میں انہوں نے وکالت ترک کرکے یکسوئی کی راہ اپنائی۔ 24 اپریل 1905ء (18 صفر 1323ھ) مین پوری میں وفات پائی اور والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

محسنؔ نہایت بردبار، وسیع فکر اور خوش اخلاق انسان تھے۔ مذہب اور مسلک کی تفریق کے بغیر ہر فرد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور دوسروں کے معاملات میں بھرپور ساتھ دیتے، اسی لیے ہر طبقے میں محبوب رہے۔ صرف سولہ برس کی عمر میں انہوں نے نعت کا ایک ایسا عظیم قصیدہ کہا جو پاکیزہ فکر، خلوصِ جذبات اور آدابِ رسالت کے لحاظ سے شاہکار مانا جاتا ہے۔ انہوں

نے اپنے دور کی تمام ہیئتوں میں نعت کہی۔نعتیہ ابیات، مدیحِ خیر المرسلین، نظمِ دل افروز، انیس آخرت، اور مثنویاں جیسے صبحِ تجلی، چراغِ کعبہ، شفاعت و نجات، فغانِ محسن اور نگارستانِ الفت ان کے کلام کا حصہ ہیں۔اس کے علاوہ رباعیات اور مسدس کی ہیئت میں بھی نعت کہی۔ان کا اسلوب فکری پاکیزگی، گہرائی اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔

ان کے پہلے قصیدے میں حضور اکرم ﷺ کے سراپائے مبارک کا تاثر انگیز بیان ملاحظہ ہو:

اس کے عارض کو میں گلزار سے نسبت کیا دوں
چل کے محرابِ عبادت میں جھکاؤں گردن[3]

مثنوی 'چراغِ کعبہ' میں بھی انہوں نے نہایت رواں اور سلیس انداز میں سراپا لکھا ہے:

حقا کہ وہ جسم سر سے تاپا ہے شاہدِ غیب کا سراپا
ابرو پہ جبین مہ شمائل رکھی ہوئی رحل پر حمائل
اور احباب میں لبِ مسیح تقریر اعدا میں لیے کلیم شمشیر
کیا ذکرِ تبسم نبی ﷺ ہے گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے[4]

ان کی شہرۂ آفاق تخلیق 'قصیدۂ لامیہ مدیحِ خیر المرسلین' نے انہیں اردو نعت گوئی کے روشن افق پر ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔اس قصیدے میں حضور ﷺ کے سراپا کو یوں بیان کرتے ہیں:

گل خوش رنگ رسولِ مدنی العربی ۔۔۔ میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل[5]

نقادوں کے مطابق محسنؔ کا کلام اخلاص، محبت، عقیدت اور شیفتگی کی مضبوط بنیاد رکھتا ہے، اسی لیے ان کے اشعار آج بھی معنوی اور فنی حسن سے مزیّن نظر آتے ہیں۔

امیر احمد المعروف امیرؔ مینائی، مولوی کرم محمد کے فرزند اور حضرت مخدوم شاہ مینا کے خانوادے سے تھے۔21 فروری 1829ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔درسی علوم مفتی سعد اللہ اور دیگر فرنگی محل کے علما سے حاصل کیے۔ 1852ء میں نواب واجد علی شاہ کے دربار تک رسائی ہوئی اور ان کی ہدایت پر دو کتابیں شاد سلطان اور ہدایت السلطان تحریر کیں۔جنگِ آزادی 1857ء کے بعد وہ نواب یوسف علی خاں کی دعوت پر رامپور پہنچے جہاں بعد میں نواب کلب علی خاں کے استاد مقرر ہوئے۔نواب کے انتقال کے بعد رامپور چھوڑنا پڑا۔1900ء میں حیدرآباد گئے جہاں بیمار ہوکر 13 اکتوبر 1900ء کو انتقال فرمایا۔

1857ء کے ہنگاموں میں ایک دیوان ضائع ہوگیا۔ان کی لکھی ہوئی دستیاب کتب میں محامد خاتم النبیین (نعتیہ دیوان)، عشقیہ دیوان مراۃ الغیب اور صنم خانۂ عشق شامل ہیں۔دو مثنویاں نورِ تجلی اورابرِ کرم نیز مسدس مولود شریفبھی معروف ہیں۔ان کی عظیم علمی یادگار 'امیر اللغات' ہے جو ان کی وفات کے باعث ادھوری رہ گئی۔

امیرؔ نے نعت گوئی کے اس نازک فن کے تقاضوں کو خوب نبھایا۔انہیں معلوم تھا کہ نعت میں معمولی لغزش بھی بے ادبی شمار ہوتی ہے، اسی لیے ان کے اشعار میں بارگاہِ نبوی کا ادب نمایاں ہے۔چند اشعار دیکھئے:

اللہ نے دیا ہے یہ اس کو جمالِ پاک ...ستّر ہزار غنچہ، بہتّر ہزار پھول

قد تھا میانہ آپ کا، باریک تھی کمر...لوحِ جبیں تھی نورِ نبوت سے جلوہ گر[6]

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (14 جون 1856ء – 28 اکتوبر 1921ء) برصغیر کے عظیم فقیہ، محدث، مفسر، اصولی، صوفی اور بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔عربی، فارسی اور اردو میں بے شمار علمی و دینی کتابیں تحریر کیں۔قرآن کا معروف ترجمہ 'کنزالایمان'، فتاویٰ کا عظیم الشان مجموعہ 'فتاویٰ رضویہ' اور نعتیہ دیوان 'حدائقِ بخشش' ان کی بنیادی علمی میراث ہیں۔

'حدائقِ بخشش' تین جلدوں میں مرتب ہے، مگر بعد از وفات ایک تخلص "رضا" رکھنے والے دوسرے شاعر کا کچھ کمزور کلام غلطی سے شامل ہوگیا تھا جسے تحقیق کے بعد نکال دیا گیا۔نعت گوئی کے بارے میں ان کا نظریہ ان اشعار سے واضح ہے:

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم ... یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں[7]

مولانا احمد رضا کے ہاں پاکیزہ اور نازک استعارے فراوانی سے ملتے ہیں۔سراپائے مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں بھی ان کا رنگ دلفریب ہے:

اٹھا دو پردہ دکھادو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے ... کہ مہر کب سے نقاب میں ہے[7]

اپنے مشہور سلام میں سراپا یوں بیان کرتے ہیں:

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا ... نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان ... ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام[7]

ڈاکٹر ریاض مجید کے مطابق:

"اردو نعت پر جو اثرات مولانا احمد رضا خاں نے ڈالے ہیں، وہ کسی اور نعت گو کے حصے میں نہیں آئے۔انہوں نے نہ صرف معیاری نعت کہی بلکہ ان کے زیرِ اثر نعت کا ایک منفرد دبستان وجود میں آیا۔"[8]

حوالہ جات

1. القرآن الکریم،سورۃ المائدہ،5:15۔
2. القرآن الکریم،سورۃ الاحزاب،33:45۔
3. کاکوروی،مولوی محمد محسن۔ کلیاتِ نعت مولوی محمد محسن۔کانپور:نامی پریس،1323ھ،ص33-34۔

4. ایضاً، ص142۔

5. مینائی، امیر احمد خاں۔ محامدِ خاتم النبیین۔ لکھنؤ: نول کشور پریس، 1920ء، ص27۔

6. مینائی، امیر احمد خاں۔ ذکرِ شاہِ انبیا۔ دہلی: مطبع تاج المطابع، (سنہ اشاعت درج نہیں)، ص53۔

7. رضا، مولانا احمد رضا خان۔ حدائقِ بخشش۔ کراچی: مکتبہ المدینہ، 1325ھ، ص201، 210، 300-302، 801۔

8. مجید، ڈاکٹر ریاض۔ اردو میں نعت گوئی۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، 1997ء، ص420۔

SCRR